ĪQĀN (9) Vol. 05, No. 01, Dec-2022

cc BY

eISSN: 2617-3336
pISSN: 2617-3700
OPEN ACCESS

اسلام کا خاندانی نظام اور اصلاح معاشرہ میں اس کی معنویت

Family System of Islam and its Significance in Reformation of Society

Ghazala Bashir[1] < ghazalabashir@gcwuf.edu.pk >
Mrs. Shazia[2]
Sonia Bari[3]
[1]*Visiting Lecturer, Government College Women University, Faisalabad*
[2]*Assistant Professor, Government College Women University, Faisalabad*
[3]*Visiting Lecturer, Government College Women University, Faisalabad*

ABSTRACT

Islam gives much importance to the individual, along with family, tribe, and community; Muslim Ummah is formed by mutual cooperation and brotherhood. It protects the rights and determines the duties of every section of society. Human life begins with the individual and spreads from one circle to another. The importance of family relationships in human relations is not in need of explanation. This family basically consists of parents, children, spouses, and siblings. Islam exhorts to pay the rights of all, the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) presented the best example of love to his family, his wives, and other relatives and exercised before the Ummah how the family should be organized and how to take full care of their rights. In the same way, Islam has instructed both men and women to respect each other's rights. Harakia is an essential part of Muslim society. The concept of the reformation of society is interrelated with the strong family system. In conclusion, the reformation of the family creates a reformed society.

Received:
10-Oct-22
Accepted:
08-Jan-22
Online:
10-Jan-22

KEYWORDS
Family System, Islam, Reformation, Society, Mutual Cooperation, Ummah, Harakia

عصر حاضر میں معاشرے کی تمام خرابیوں کی بنیاد نظم خاندان میں خرابی ہے۔خاندان معاشرے کی اکائی جب تک اس میں خرابی ہو گی معاشرہ سنور نہیں سکتا۔بنیاد ٹیڑھی ہو تو عمارت تاثریا بھی جائے تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔اسلامی معاشرے کی خصوصاً اصلاح کا بہترین طریقہ یہ

ہے کہ خاندانی نظم میں بہتری لائی جائے جو والدین، زوجین اور اخوین پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسلام وہ کامل دین ہے جس نے اس معاشرے کی اکائی کی اصلاح کے ذریعے پورے معاشرے کی اصلاح کا فطری اور منطقی قانون دیا ہے۔ خاندان کے تمام افراد الگ الگ اور اجتماعی حقوق اسلام نے بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اس عصر موجود میں معاشر دن بدن خرابی اور فساد کی طرف جارہا ہے اور اصلاح کی کوئی سبیل نتیجہ خیز نہیں ہو رہی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی کی درست کرنے کے بجائے باقی عمارت کو درست کرنے کی غیر فطرت کوشش کی جارہی ہے کہ مصلحین اور ذمہ داران کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے اور اسلام کے خاندانی نظم کی تفصیلات حقوق و فرائض اور ذمہ داریوں کا تعین اور ان کی بہتر طریقے سے ادائیگی کے بارے میں پورے تفصیل سے تحقیقی انداز میں پیش کیا جائے تاکہ مفاسد سے بچتے ہوئے مصالح سے معاشرے کو آراستہ کیا جاسکے۔

اسلام میں خاندانی نظم کا تصور

انسان کی ابتداء خاندان سے ہوتی ہے عربی زبان میں خاندان کو عائلہ اور عشیرہ کہا جاتا ہے۔ جبکہ اردو میں زوجین و اولاد پر مشتمل و افراد کو خاندان اور کنبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الموسوعہ فقیہ میں خاندان کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"والاسرة عشيرة الرجل واهل بيته"[1]

"انسانی معاشرے کے خاندان اور اہل بیت کو خاندان کہا جاتا ہے"

جبکہ تاج العروس میں ہے:

"الاسرة اقارب الرجل من قبل ابيه "[2]

"اسرہ یعنی خاندان ایک مرد کے عشیرہ یعنی گھر کے افراد کو کہتے ہیں۔"

تو معلوم ہوا کہ وہ افراد جو رشتہ داری میں باہم اکٹھے ہیں، یعنی زوجین، ابوین، اولاد، بہن بھائی والے رشتہ ہیں یکجا ہوں ان کو خاندان کہا جاتا ہے۔

قبل از اسلام خاندان ظلم و ستم کے اصولوں پر مشتمل تھا، جس میں صرف مردوں کو ہی ہر قسم کا شرف و شان و مرتبہ حاصل تھا یا دوسرے معنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ صرف مذکر کو ہی خاص حیثیت حاصل تھی۔

1۔ الموسوعۃ الفقیہہ، مجموعہ من الباحثین، (موقع الدرر السنیہ، ۱۴۳۳ھ)، ج۴، ص ۲۲۳

2۔ زبیدی، محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس، (دار الہدایہ، ۱۴۲۳ھ)، ج۱۰، ص۵۱۹

عورت یا لڑکی ایک مظلوم اور ذلیل سی چیز تھی، اس کی مثال یہ ہے کہ اگر مرد فوت ہو جاتا اور اپنے پیچھے اس نے بیوی چھوڑی ہوتی تو مرد کی دوسری بیوی کے بچے کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اس سے شادی کر لے اور اس پر اپنا حکم چلائے، یا پھر اسے شادی کرنے سے ہی منع کر دے۔

اور وراثت کے حقدار صرف مرد ہی ہوتے تھے اور عورتوں اور چھوٹے بچوں کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا تھا، رتو عورت چاہیے وہ ماں ہو یا بیٹی ہر حالت میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے وہ قیدی بن جائے اپنے خاندان والوں کے لیے ذلت و عار کا باعث بن جائے تو اسی بنا پر آدمی اپنی بیٹی کو زندہ در گور کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَكَظِيْمٌo يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ"[1]

"ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے، اس بری خبر کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے سوچتا ہے کہ کیا اس ذلت کو ساتھ لیے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے، آہ وہ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں؟

خاندان کے اجزائے ترکیبی میں ایک مرد، ایک عورت یعنی والدین اور ان کے بچے شامل ہیں جو آپس میں بہن بھائی ہیں خاندان کی بنیاد اور بقا کے لیے مرد و عورت کا باہمی تعلق ضروری ہے۔

خاندان کے بعد وسیع مفہوم میں قبیلہ ہے جو ایک دوسرے کی مدد و تعاون کی اساس پر قائم ہونا چاہیے یہ بھی زمانہ جاہلیت میں اصول ظلم پر قائم تھا، اسلام نے ان سب غلط اصولوں کو مٹا کر عدم و انصاف کرتے ہوئے ہر حقدار کو اس کا حق دیا حتیٰ کہ دودھ پیتے بچے کو بھی اس کا حق دلایا اور اج کے موجودہ دور میں یورپ کے خاندان کو دیکھنے اور اس پر نظر دوڑانے والا اسے بالکل ٹوٹا پھوٹا اور جدا جدا دیکھے گا والدین کو کسی قسم کا کوئی حق نہیں کہ وہ اولاد پر کنٹرول کر سکیں نہ فکری اور نہ ہی اخلاقی اعتبار سے۔

یورپ میں بیٹے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جہاں چاہے اور جو چاہے کرتا پھرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور بیٹی کو بھی یہ آزادی ہے کہ وہ جہاں اور جس کے ساتھ مرضی بیٹھے اور آزادی اور حقوق کی ادائیگی کے نام سے جس کے ساتھ رشتہ قائم کرے حالت یہ ہے غیر مسلموں کے ہاں خاندان تباہ حالی کا شکار ہو چکا ہے جبکہ اسلام والدین کو ہمیشہ عزت دیتا ہے اور اولاد کی تربیت کا ذمہ دار بھی۔ اسلام خاندان کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کی بات کرتا ہے اور اس کے ہر فرد کو زندگی میں اہم کردار دیتا ہے۔ جسے ادا کر کے ایک اچھا خاندان بن سکتا ہے۔

---

[1] ۔ النحل ۱۶:۵۸۔۵۹

اسلام نے عورت کو ماں، بیٹی اور بہن کے روپ میں عزت دی۔

ماں کے روپ میں اسے عزت دی اس کے بارے میں ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا:

"اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟

نبی ﷺ نے فرمایا:

"تیری ماں اس نے کہا اس کے بعد پھر کون؟ نبی ﷺ فرمانے لگے: تیری ماں اس نے کہا اس کے بعد پھر کون؟ نبی ﷺ فرمانے لگے: تیری ماں اس نے کہا کہ اس کے بعد پھر کون؟ نبی ﷺ نے فرمایا: پھر تیرا باپ۔"[1]

جس کا معنی یہ ہے کہ باپ سے تین گنا زیادہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا فرمایا گیا کیونکہ یہی ماں ایک عرصہ تک تمام حقوق سے محروم رہی تھی۔ بیٹی کے روپ میں اسلام نے اسے کچھ اس طرح عزت دی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس کی بھی تین بیٹیاں یا تین بہنیں، یا پھر دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور ان کے معامات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا وہ جنت میں جائے گا۔"[2]

بیوی کے روپ میں اسلام نے عورت کو کچھ اس طرح عزت سے نوازا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سب سے بہتر اور اچھا وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب میں سے بہتر برتاؤ کرتا ہوں۔"[3]

اسلام نے بیوی کے بارہ میں وصیت کی اور عورت کو خاوند کے اختیار میں بھی آزادی دی اور اس پر تربیت اولاد کی مسؤلیت کا ایک بڑا

1۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س ن)، رقم الحدیث ۵۱۴۲

2۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ابواب البر والصلۃ، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء)، رقم الحدیث ۱۹۱۲

3۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب فضل ازواج النبی ﷺ، رقم الحدیث ۳۸۹۵

cc BY

حصہ رکھا۔ اسلام نے ماں اور باپ پر اولاد کی تربیت کے بارہ میں بہت بڑی مسؤلیت اور ذمہ داری رکھی ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

تم میں سے ہر ایک سربراہ ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا، امیر راعی ہے وہ اپنے ماتحتوں کے بارہ میں جواب دہ ہے، اور آدمی اپنے گھر والوں پر سربراہ ہے وہ ان کے متعلق جواب دہ ہو گا، عورت خاوند کے گھر پر راعیہ ہے اسے اس کے بارہ میں سوال ہو گا، اور غلام اپنے مالک کے مال کا راعی ہے اسے اس کے بارہ میں سوال ہو گا۔"(1)

اور خاندان کے ہر فرد کے حقوق کے ساتھ ان کے فرائض کا یقین کروایا گیا ہے یعنی معاشرے کی اس اکائی کو بے لگان نہیں چھوڑا بلکہ قواعد وضوابط اور اصول کے ساتھ منسلک و مربوط کیا گیا ہے تا کی بے رہ اور عدم توازن کا شکار نہ ہو۔ اسلام نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے فوتگی تک اطاعت کرنے اور ان کا خیال اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالٰی کا اسی سلسلہ میں کچھ اس طرح فرمان ہے:

"وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا"(2)

"اور آپ کے رب نے صاف صاف یہ حکم دے رکھا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا، اگر تمہارے موجودگی میں ان میں سے ایک یا وہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، اور نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔"

والدین جو حقیقت میں خاندان کی بنیاد ہیں یعنی پہلے وہ باہم میاں بیوی کے رشتے میں منسلک ہوتے ہیں اور اب اولاد کے لیے والدین کی صورت میں اس نظم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت سے موجود ہیں۔ اس کے بعد اولاد کا باہم رشتہ ان والدین کی وجہ سے قائم ہوا تو یہ بہن بھائی کہلائے جس کا معنی یہ ہوا کہ نظم خاندان کے تمام رشتے اسی اکائی یعنی والدین کے مرہون منت ہیں۔ اس لیے قرآن حکیم ان کے حقوق جو عزت

[1] ۔ تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۸۵ء)، رقم الحدیث ۳۶۸۵

[2] ۔ الاسراء ۱۷: ۲۳

واحترام کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ ان کے وجود سے پورے خاندان کا وجود اور اس کی بنیاد ہے خاندان کے ہر فرد کی پہچان اب انہیں کے حوالے سے ہوتی ہے اور نسب وحسب میں بھی انہیں کا حوالہ کام کرتا ہے۔ اگر ان کا حوالہ ختم ہو جائے تو انسان بے نسب و بے حسب ہو جاتا ہے۔

مزید براں اسلام خاندان کا وسیع ترین تصور رکھتا ہے۔ ایک مسلم خاندان میں صرف میاں بیوی اور بچے ہی شامل نہیں ہوتے بلکہ والدین، دادا، دادی، نانا، چچا، چچی، پھوپھیاں، ماموں، خالہ وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں۔ اسلام ایسے خاندان کا ایک تصور پیش کرتا ہے جو حقوق و فرائض اور خلوص و محبت، ایثار و قربانی کے اعلیٰ ترین قلبی احساسات اور جذبات کی مضبوط ڈوریوں سے بندھا ہوا ہو۔ اسلام خاندان سے بننے والے معاشرے کے جملہ معاملات کی اساس اخلاق کو بناتا ہے۔

والدین کے مرنے کے بعد بھی نظم کا تقاضا ہے کہ ان کا بھلائی کے ساتھ ذکر کیا جائے ان کو ایصال ثواب کیا جائے اور ان کے لیے دعا مغفرت کی جائے۔ لیکن صرف یہ کافی نہیں بلکہ ان کے رشتے داروں کے ساتھ بھلائی کی بات اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے کہ خاندان میں ان کی وفات کے بعد بھی ان کا فیضان جاری ہے اور ان کا تشکر جاری رہے۔

والدین کی وفات کے بعد ان سے نیکی

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ اولاد اپنے والدین کی زندگی میں ان سے حسن سلوک کا برتاؤ کرنے کے علاوہ ان کی وفات کے بعد بھی شکرانہ کے طور پر اس تعلق کو قائم رکھتے ہوئے نیکی کا اظہار کرتے رہیں چنانچہ حدیث رسول مقبول ﷺ میں اس طرح بیان فرمایاں گیا ہے۔ کہ ایک شخص بنو سلمہ کا حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا:

> **"یارسول الله هل بقى من برأبوى شيء أبرهما به بعد موتهما؟ قال: نعم الصلاة عليهما، والاستغفار لهما، وإنفاذ عهدهما من بعدهما، وصلة الرحم التى لاتوصل إلا بهما، وإكرام صديقهما"**[1]

> "یا رسول اللہ! والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے لیے کر سکوں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں کیوں نہیں۔ تم ان کے لیے دعائیں کرو، ان کے لیے بخشش طلب کرو، انہوں نے جو وعدے کسی سے کر رکھے تھے انہیں پورا کرو۔ ان کے عزیز اقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت واکرام کے

[1] سجستانی، سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، رقم الحدیث ۵۱۴۲

ساتھ پیش آؤ۔"

دورِ حاضر میں خاندانی نظم اور اصلاح معاشرہ

عصرِ حاضر بے شمار خرابیوں کے باعث مشکلات، مصائب اور بے سکونی سے دوچار ہے جس کے بہت سارے اسباب ہیں ان میں ایک اہم سبب معاشرے کی سب سے بنیادی اکائی خاندان کے نظم میں عدم استحکام، مشاورت کی کمی اور باہمی عدم اعتماد ہے۔ افراد خاندان اپنے حقوق و فرائض سے غافل ہیں۔ حقوق و فرائض کا نظام جس نے معاشرے کو اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ افراد مہیا کرنا تھے اور خود بے ربط بلکہ اپنی اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ اسلام کے خاندانی نظم سے ناواقفیت ہے۔ جبکہ مسلمانوں نے اسلام کو صرف زبان تک محدود کر کے عمل میں اغیار کی پیروی کا مکروہ دھندہ شروع کیا ہے۔ تب سے اس کے تمام معاملات انتشار کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ ضرورت وقت یہ ہے کہ اپنے خاندان کو اسلامی خطوط پر استوار کر کے حقوق و فرائض سے آگاہی کی ایک ایسی تحریک کا آغاز کیا جائے جو عمل کی قوت سے مزین و آرستہ ہو کیونکہ محض آگاہی کافی نہیں ہوتی جب تک عمل کی جوابدہی کا تصور نہ ہو۔

خاندان کی بنیاد

اسلام نے نکاح کو خاندان کی بنیاد بنایا ہے۔ اسلام نے بدکاری کو حرام اور نکاح کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ اسلام ایک خاندان کو مضبوط بنیادیں فراہم کرنا چاہتا ہے۔ اسلام کی رو سے خاندان کی مضبوط بنیاد نکاح کے ذریعے پڑتی ہے۔ چنانچہ وہ اس بنیاد کو خالصتاً خلوص، محبت، پاکیزگی، دیانتداری اور مضبوط معاہدے جیسے ٹھوس مادے سے ڈالنے کا حکم دیتا ہے۔ سورۃ روم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً"[1]

"اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تا
کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی ہے۔"

اسلام کی رو سے کسی قوم کی بقاء و سلامتی نکاح جیسے پاکیزہ بندھن کی مرہون منت ہے۔ اس دنیا میں انسان کی تخلیق کا سب سے پہلا مرحلہ اللہ اور اس کے رسول کے طریقے کے مطابق رشتہ ازدواج کا قیام ہے جو خاوند و بیوی میں باہمی تعاون، پیار، انس اور محبت کا نمونہ ہو، جن کے مقاصد و اہداف یکساں ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ محض تسکین جسمانی کے بجائے روحانی پاکیزگی بقاء نسل اور تعمیر معاشرہ مقاصد میں شامل ہوں۔

دونوں میاں بیوی اپنے فرائض کی ادائیگی کو سمجھیں اور ان کی ادا کرنے میں اخلاص کا مظاہرہ کریں۔ ایک دوسرے کے حقوق کی

[1] ۔ الروم ۳۰:۲۱

پراوہ کریں۔ اور پھر گھر کے ماحول کو ایسا پرسکون رکھیں کہ اس حدیقہ محبت میں پروان چڑھنے والی اولاد کے پھول کھل کر معاشرے کو اپنی خوشبو سے معطر کر سکیں۔ اس سلسلے میں انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً تاجدار مدینہ جناب محمد ﷺ اور آپ کی ازدواج مطہرات کے باہمی تعلقات سے روشنی حاصل کر کے اپنے گھروں کو منور کرنا اس مقصد میں کامیابی کی دلیل ہو۔ قرآن نے میاں بیوی اور اولاد میں رشتہ محبت کو بیان کرتے ہوئے صالحین کی اس دعا کو بطور خاص ذکر کیا ہے:

"وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا"[1]

"اور وہ لوگ جو کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقی لوگوں کا پیشوا بنا۔"

آیت میں تقویٰ و پرہیز گاری کو لوگوں یا خاندانی پیار و محبت کا نتیجہ قرار دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گھر کا ماحول تقویٰ کی نعمت حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اور دوسری جگہ بیوی کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"هُوَالَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا"[2]

"وہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی بنائی تاکہ اس کے ہاں سکون حاصل کرے۔"

تو بیوی کی مرد کی حیثیت سے اور اس کی اصل سے تخلیق کرنا ہی تسکین باہمی میں بنیاد ہے لیکن بعد میں اس حقیقت کو کھول کر بیان فرمادیا کہ بیوی مرد کے لیے اور مرد بیوی کے لیے سکون کا باعث ہوں تو زندگی کا کاروبار چلے گا ورنہ ان کی بے سکونی معاشرے کی بے سکونی کی بنیاد ہے۔

مشترکہ خاندانی نظام

گھر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اسلام نے اس حق کی رعایت جس قدر کی ہے شاید کسی مذہب میں اس کا تصور اس طرح نہ ہو، اس سلسلے میں یہ بات بھی ذہن میں رکنی چاہیے کہ اسلامی معاشرے میں مرد چونکہ خاندان کا سربراہ اور منتظم ہے۔ لہذا اسے اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی متعدد ازدواج کے لیے الگ الگ رہائش کے حق کو حتی المقدور پورا کرے۔ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام باہمی معاملات کو احترام و وقار سے چلانے کے لیے الگ طرز رہائش کا تصور دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ الرعد ۱۳:۳۸

2۔ الفرقان ۲۵:۷۴

cc BY

"وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ"[1]

"اور تمہارے گھر میں جو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ازدواج مطہراتؓ کے الگ الگ گھر تھے۔ اسی لیے بیوت جمع صیغہ استعمال ہوا ہے۔ احادیث و سیرت کی کتب میں ازواج مطہراتؓ کے گھروں کا ذکر کافی تفصیل سے ملتا ہے۔ شوہر کا گھر ہی بیوی کا گھر ہوتا ہے۔ لیکن ایک بیوی کا گھر دوسری بیوی کا گھر نہیں ہوتا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام ازواج کے گھر جدا جدا بنائے۔ بلکہ اگر دوران سفر ایک سے زائد ازواج آپ ﷺ کی معیت میں ہوتیں تو سفر کی سواری کا بھی الگ الگ انتظام کا جاتا۔ کثیر الازواج خاندانی نظم اور گھریلو زندگی کا استحکام اس میں ہے کہ زوجین کے لیے الگ گھر کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے تاکہ وہ اپنی محبت بھری زندگی کا آزادی سے لطف اُٹھا سکیں۔

تربیت اولاد

رشتہ ازدواج کا ایک بنیادی اوراہم مقصد اولاد کا حصول اور پھر اس کی تربیت ہے اور یہ دونوں میاں بیوی کی مشترکہ کوشش سے ممکن ہو سکتا ہے ماں کا کردار اس میں بہت اہم ہے جس کی گود انسانیت کی پہلی درسگاہ قرار پاتی ہے۔ لیکن احادیث میں تربیت کی نسبت مرد کی طرف کی گئی ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے "جس نے تین بیٹیوں کی تربیت کی اور پھر اسے بیاہ دیا تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہو گا۔

تعلیم و تعلم اور تربیت، اصلاح معاشرہ کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے کہ والدین اپنی اولاد کے سلسلے میں اس ذمہ داری کو پوری کریں اور معاشرے کو ایسی نسل مہیا کریں جو افساد کے بجائے اصلاح سے، منفی سوچ کے بجائے مثبت فکر سے اور کج روی کے بجائے استقامت راہ سے مانوس ہو۔ اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں شامل ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے کہ وہ کس کو کون سے نعمت دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

"لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ٥ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ"[2]

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہت صرف اللہ کے لیے ہے وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔"

1۔ الاحزاب ۳۳:۳۴

2۔ الشوریٰ ۴۲:۴۹۔۵۰

بیٹی کی پیدائش پر ماتھے پر شکن کا آنا، اسے ناپسندیدگی سے قبول کر ان اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے روگردانی ہے اور حکمت الٰہیہ کو ماننے سے گا یا انکار ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی باقیات میں سے ہے کہ بیٹی کو منحوس سمجھا جائے۔ عصر دوراں کی یہ بہت بڑی خرابی ہے کہ بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کو بعض لوگ اچھا خیال نہیں کرتے اور ایسے گھروں اور خاندان میں مسائل پیدا ہوتے ہیں اور ایسی ہی بیٹیاں معاشرے کی اصلاح میں اپنا کردار ادا نہیں کر سکتیں اور جس معاشرے میں بیٹی کی تربیت پر بھی کوئی توجہ نہیں دی جاتی اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ غیر تربیت یافتہ بیٹی جب ماں کا منصب حاصل کرتی ہے تو آنے والی نسل بنیادی تربیت سے محروم ہو جاتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

> ”حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہو اور وہ ان کے ساتھ بہت اچھے طریقہ سے گزارے ان کے حقوق ادا کرے جو شریعت نے مقرر کئے ہیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔“[1]

تو عورتوں کے ستھ غیر مناسب سلوک اور ان کی حق تلفی غیر اسلامی اثرات کا نتیجہ ہیں اور یہ بہت بڑی معاشرتی خرابی بن گئی ہیں۔ اس لیے اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھیں گے تو کسی قسم کی پریشانی اور حق تلفی کو نوبت نہ آئے گی۔

تشدد و سختی کا رویہ

بعض حضرات متشدد اور سخت مزاج سے ہوتے ہیں اور بیوی بچوں پر بے جا سختی کرتے ہیں جس کی وجہ سے نہ بیوی کی اصلاح ہو سکتی ہے نہ اولاد کی بلکہ مرد کے خلاف ایک اختلاف کے طور پر باقاعدہ والدہ کی سرپرستی میں ایک گروہ جنم لیتا ہے جس کا کام سربراہ خانہ کی بہر صورت مخالفت کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے پیچھے محرک سربراہ خانہ کی بے جا سختی ہوتی ہے جو پورے گھریلو ماحول کو بے سکونی و بے اطمینانی کی کیفیت سے دوچار کر دیتی ہے۔ بسی اوقات اس سخت کی کے کچھ اسباب بھی ہو سکتے ہیں جیسے:

۱۔ غربت و افلاس

۲۔ زیادہ بچوں کا ہونا

۳۔ میاں بیوی کے مابین عدم آہنگی

۵۔ عورتوں کو فرمانبردار بنانے کی موروثی خواہش

1۔ ترمذی، السنن الترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التجار، رقم الحدیث:۱۹۲۳

cc BY

۶۔ شکوک وشبہات

اسلام دین فطرت ہوتے ہوئے حقوق انسانی کی عزت واحترام کی تعلیم دیتا ہے، تاکہ معاشرے میں امن ومحبت کو فروغ ملے، اور حقوق کی پامالی نہ ہو۔ اسلام نے اس تخلیقی امتیاز کو مٹایا اور یہ بتایا کہ مرد اور عورت کی تخلیق کی بنیاد ایک ہی ہے۔ بطور انسانی کسی کو کسی پر فضلیت یا فوقیت حاصل نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً"[1]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتدا) ایک جان سے کی اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا۔"

جب تک میاں بیوی کے درمیان باہمی احترام، اعتماد ویقین اور اخلاص نہ ہو تو گھر کا ماحول درست نہیں ہو سکتا اور گھر کا ماحول درست نہ ہو تو بچوں کی تربیت یقیناً متاثر ہو گی۔ میاں بیوی کے درمیان اختلاف سے یہ نتیجہ یقینی ہوتا ہے کہ بچے کسی ایک کے ساتھ وابستہ ہو جائیں یا کچھ باپ کے ساتھ اور کچھ ماں کے ساتھ جس سے دو متحارب گروہ وجود میں آجاتے ہیں اور ساری زندگی زوجین بھی اور پھر اولاد بھی کشمکش کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

میانہ روی کا فقدان

اگر زوجین میں سے کوئی ایک امیر اور دوسرا غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہے تو بھی خاندانی نظم میں مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے خاندانوں کے رہن سہن، طرز زندگی میں فرق ہو گا جو بسا اوقات معمولی تنازعات سے بڑھتا ہوا شدت اختیار کر جاتا ہے اور نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔

مسعود احمد ایڈوکیٹ رقمطراز ہیں:

"معاشی عدام توازن خاندانوں کی شکست وریخت میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور خصوصاً عورتیں اس سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں جو معاشرتی ترقی میں اپنی اور اولاد کے مستقبل کی بہتر جستجو کے لیے پریشان رہتی ہیں۔"(2)

دوسری طرف اسلام نے خاوند کے ذمہ بیوی کے حقوق میں مہر، نفقہ، اور رہائش کو شامل کیا ہے اور اس میں اعتبار مرد کی حیثیت کیا

---

[1]۔ النساء۴:۱

[2]۔ بھٹہ، مسعود احمد، میاں، حیات النساء، (آہن ادارہ اشاعت وتحقیق، ۲۰۱۵ء)، ص ۳۵۲

CC BY

ہے جب بیوی کا معیار زندگی اعلیٰ اور خاوند کا معیار پست ہو تو اس سے عدم توازن پیدا ہوتا ہے۔ خصوصاً بیوی اپنے اور خاوند اپنے معیار پر قائم ہو اور اگر خاوند اپنی حیثیت سے بڑھ کر نان ونفقہ کی کوشش کرے گا تو یہ زیادہ دیر تک نہیں چل سکے گا اور بالآخر نوبت اختلاف تک جا پہنچے گی۔

عصر حاضر کے معاشرے میں بسا اوقات مرد اپنی حیثیت سے اعلیٰ حیثیت کی عورت سے شادی کر لیتا ہے اور بوقت عقد اپنی حیثیت چھوٹی ظاہر کرتا ہے۔ عقد نکاح اور شادی کے بعد عملی زندگی کے ابتدائی دنوں میں وہ اپنا بھرم نبھانے کے لیے اپنی حقیقی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتا ہے اور بیوی اس طرز زندگی پر عادی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس معیار کو زیادہ دیر تک برقرار رکھنا مرد کے بس میں نہیں ہوتا جس کی وجہ سے بہت وہ بہت جلد بے بس ہو جاتا ہے اور اب نہ عورت کسی مصلحت پر راضی ہوتی ہے اور نہ ہی مرد اس کی ضروریات پہلے معیار پر پورا کر سکتا ہے جس کی وجہ سے اختلاف سے گھر میں بے سکونی کا ہونا لازمی امر ہے۔ جبکہ قرآن حکیم نے میانہ روی اور اعتدال کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ فرمایا:

"وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا"[1]

"اہل ایمان جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں نہ کمی کرتے ہیں بلکہ وہ اس کے درمیان قائم رہتے ہیں۔"

اگر گھر کے اخراجات میں میانہ روی سے کام لیا جائے تو زندگی میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے شریعت میں کفو اپنے برابر کی حیثیت کی عورت کے ساتھ شادی کا حکم دیا ہے جس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بعد میں نان نفقہ میں اختلاف نہ ہو۔ قرآن حکیم نے مرد کے لیے جو اصول کا نان ونفقہ دیا ہے وہ ذیل کی آیت میں واضح ہے۔

"وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَہٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"[2]

"اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان عورتوں کا روٹی کپڑا اور رہائش دستور کے مطابق ہے۔"

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح فرمایا:

"لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِہٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْہِ رِزْقُہٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىہُ اللّٰہُ"[3]

---

[1] ۔ الفرقان ۲۵:۶۷

[2] ۔ البقرۃ ۲:۲۳۳

[3] ۔ الطلاق ۶۵:۷

CC BY

"اور کشادگی والا اپنی کشادگی میں سے خرچ کرے اور جس پر رزق کی تنگی ہو اسے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرنا چاہیے۔"

ھند بنت عتبہؓ جو کہ ابو سفیانؓ عنہ کی بیوی نے جب نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ ابو سفیانؓ اس پر خرچہ نہیں کرتا تو نبی ﷺ نے انہیں فرمایا تھا کہ:

"آپ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے جو کافی ہو معروف طریقے سے لے لیا کرو۔"[1]

شک اور بدگمانی

شک اور بدگمانی ایسی بیماریاں ہیں اگر رشتوں میں آجائیں تو ان میں ٹوٹ پھوٹ کا باعث بن جاتی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تناؤ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان اگر باہمی اعتماد ہو تو یہ رشتہ پائیدار و مستحکم بنیادوں پر قائم رہتا ہے۔ لیکن اگر اس اعتماد میں کمی آجائے یا سرے سے ختم ہو جائے اور اس کی جگہ شک آجائے تو پھر خاندان اور ازدواجی زندگی کا سکون قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"جب خاوند اپنی پاکباز بیوی پر تہمت لگائے تو خاوند پر حد واجب ہو گی اور اس کو فاسق کا حکم دیا جائیگا اور اس کی گواہی قبول نہیں ہو گی، الا یہ کہ وہ اس تہمت کی کوئی دلیل پیش کرے یا پھر لعان کرے اور اگر وہ چار گواہ پیش نہیں کرتا یا پھر لعان کرنے یعنی قمیس اٹھانے سے بھی احتراز کرتا ہے تو اس پر یہ سب لازم اور لاگو ہو گا، اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

"وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَـقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ"[2]

"اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو یہ فاسق لوگ ہیں۔"

1۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من آمور رسول اللہ ﷺ وسننہ وآیامہ (الصحیح البخاری)، کتاب المظالم والغصب، باب قصاص المظلوم اذا وجد مال ظالمہ، (دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، رقم الحدیث ۲۴۶۰

2۔ النور ۴:۲۴

اور حکم خاوند یا دوسرے کے لیے عام ہے، خاوند کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ اس کا لعان کرنا یعنی قسمیں اٹھانا گواہی کے قائم مقام ہے کہ لعان کرنے سے اس پر حد جاری نہیں ہو گی اور وہ فاسق قرار نہیں دیا جائیگا اور اس کی گواہی رد نہیں ہو گی۔

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"دلیل پیش کرو وگرنہ آپ کی حد لگے گی۔" اور جب انہوں نے لعان کیا تو پھر فرمایا: "دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے آسان ہے۔ اور اس لیے بھی کہ اگر تہمت لگانے والا اپنے آپ کو جھٹلاتا ہے تو اس پر حد لازم آتی ہے، چنانچہ جب وہ مشروع دلیل پیش نہ کرے تو اس پر حد لازم ہو گی۔"[1]

اس لیے بہتر ہوتا ہے کہ نکاح ورخصتی سے پہلے ایک اتنا لمبا عرصہ منگنی کی صورت میں دونوں گھروں میں تعلق قائم کیا جائے جس میں فریقین ایک دوسرے کے گھر میں آمد ورفت سے معیار زندگی کے ساتھ ساتھ معیار اخلاق اور کردار بھی جانچ سکیں اور جب ایک بار ایک دوسرے کے اخلاق و کردار سے مطمئن ہو جائیں اور رخصتی عمل میں آجائے تو پھر ایک دوسرے کے کردار پر شک ہرگز نہ کریں حسن ظن رکھیں اور مناسب حد تک درگزر سے کام لیں تو گھر کا ماحول اچھا رہے گا اور اختلاف کی خلیج نہیں بڑھے گی۔

منفی معاشرتی رسوم رواج

ہمارے معاشرے میں غیر اسلامی رسوم و رواج کو اتنا دخل ہے کہ ان سے کنارہ کشی کرنا بغاوت کے مترادف ہے اور جو ان رسوم ورواج کو ترک کرے اس کے خلاف طعن و تشنیع کا ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے۔ ان رسوم ورواج کی وجہ سے حقوق کی حق تلفی ہوتی ہے۔ قرآن سے شادی، وراثت سے محرومی، غیرت کے نام پر قتل، وٹہ سٹہ کی شادی وغیرہ۔ یہ سب جاہلانہ رسوم ہیں اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اس کا بڑا سبب ہے۔

شادی زندگی میں ایک اہم موڑ ہے جس سے والدین، بھائیوں، بہنوں اور دوستوں نے بہت ساری رسموں کو منسلک کر رکھا ہوا ہے اور دولہا اگر چاہے بھی تو ان سے جان نہیں چھڑا سکتا۔ منگنی، مہندی، بارات، سلامی اور جہیز وغیرہ جیسی رسموں کو مختلف علاقوں میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور ان کی دائیگی میں خطیر سرمایہ صرف کیا جاتا ہے ان رسموں کا سب سے قبیح پہلو یہ ہے کہ یہ سب غیر اسلامی رسمیں ہیں۔ ان کا اسلامی تہذیب سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

---

[1] ۔ ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی لابن قدامہ، (مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ) ج۹، ص ۳۰

شادی ایک خاندانی اور سماجی ضرورت اور ساتھ ہی ایک عبادت بھی۔ اسلام نے شادی کی ترغیت دی ہے اور اس موقع پر خوشی منانے کی اجازت بھی دی ہے۔ مگر شادی کے جو طور طریقے ہمارے معاشرے میں رائج ہیں اور جن رسومات کی جی جان سے پاسداری کی جاتی ہے ان میں اکثر تعلیمات اسلام سے متصادم ہیں۔ اسلام رشتوں کے انتخابات میں دین داری کو معیار بنانے، مجمع عام میں نکاح کرنے اور نکاح کے وقت اسلامی احکام کی تلقین کرنے، مہر ادا کرنے اور ولیمہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اوران سب میں سادگی اور کفایت شعاری کی خاص طور پر تاکید کی ہے:

"إن أعظمَ النكاحِ بركةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً"[1]

"سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جو سب سے کم خرچ میں ہو"

اس معیار پر رسولِ اکرم ﷺ کے متعدد نکاح ہوئے۔ آپ کی چار بیٹیوں کی شادی ہوئی۔ تمام صحابہ اسی اُسوہ پر قائم رہے۔ اس زمانے کی کسی بھی شادی میں دھوم دھام، فضول خرچی، بے جا نمائش کی ایک نظیر بھی نہیں ملتی۔ اس اسوہ کی تقلید پر آج بھی شرفا کے یہاں سادگی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور ان اُمور میں جن روایات کی پاس داری کا اسلام نے خاص طور سے حکم دیا ہے وہ نظم انداز ہو جاتی ہیں۔ مثلاً رشتوں کے انتخاب میں دین داری کو معیار بنانا، ایجاب و قبول کے وقت بنیادی احکام کی یاد دہانی یعنی خطبہ نکاح کا اہتمام اور مناسب مقدار میں مہر کی تعیین اور فوری ادائیگی کی تدابیر۔ موجودہ زمانے میں ان باتوں کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جب کہ رشتوں میں استحکام کی یہی اصل بنیاد ہیں۔ ان موجود رسموں سے غریب لوگ مفلسی کا شکار ہوتے ہیں، رسموں کے ہاتھوں اپنی ناک رکھنے کے لیے قرض تک لے لیا جاتا ہے اور پھر ساری زندگی قرضہ وقت پر واپس نہ کرنے کی صورت میں کئی بار کٹتی ہے۔

عدم برداشت

خانگی زندگی میں فساد و تخریب کا ایک بڑا باعث عدم برداشت کا اس حد تک بڑھ جانا ہے کہ نوبت لڑائی جھگڑے، قتل وغارت گری اور میاں بیوی کے درمیان طلاق اور جدائی تک جا پہنچتی ہے۔ حالانکہ عفوودر گزر، تحمل وبرداشت اور نرم مزاجی نہ صرف یہ کہ قرآن حکیم کا حکم ہے بلکہ سیرت طیبہ نبویہ کا غالب پہلو بھی ہے۔

اگر خاندانی نظم میں تحمل برداشت کی ترتیب نہ دی جائے اور اس کا عمل مظاہرہ نہ کیا جائے تو یہی افراد جب معاشرے میں جاتے ہیں تو وہاں بھی اس عدم برداشت کی وجہ سے بے سکونی اور عدم اطمینانی کا ماحول پیدا ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خانگی نظام پہلے تباہ ہو چکا ہوتا

---

[1] ۔ تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الثالث، رقم الحدیث ۳۰۹۷

ہے اور اب بیرون خانہ بھی یہی ماحول بن کر افراد معاشرہ کے لیے جینا مشکل بنا دیتا ہے جس سے صرف ایک خاندان ہی نہیں نہ صرف ایک فرد بلکہ کئی خاندان اور ان سے منسلک کتنے افراد بے سکونی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں یا پھر اپنے ہی ہاتھوں اپنے پیاروں کو موت کے گھاٹ اُتار کر ہمیشہ کے لیے عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ برداشت سے ایک شخص قربانی دے کر کئی افراد اور کئی گھرانوں کو بربادی سے بچا سکتا ہے۔

خلاصۃ البحث

اسلام کا خاندانی نظم ایک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس کا احیا ضروری ہے جن لوگوں اور قوموں نے اس کی قدر کی وہ قومیں اور خاندان ترقی یافتہ ہوئے اور جنہوں نے اس کو خراب کیا وہ پورے معاشرے کی خرابی کا باعث ہوئے، رشتوں کا تقدس اور لحاظ جس کا اسلام نے حکم دیا ہے یہ اس نظم کی بنیاد ہے۔

آج مغرب میں ان مقدس رشتوں کی قدر نہیں ہے جس کے نتیجے میں اولڈ ہومز کھل گئے۔ والدین کو خدمت کرنے والی اور اولاد دستیاب نہیں اور اولاد کے پاس اپنے والدین، اجداد کے لیے وقت نہیں۔

اسلام ان خاندانی اقدار کی پہچان کرواتا ہے ان کے حقوق بیان کرتا ہے، ان کی عزت و تکریم کو اجر کا باعث قرار دیتا ہے۔ قرآن اور حدیث اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پھر امہات اور اہلِ بیت کی زندگی اور صحابہ و صحابیات کی حیات طیبہ اور قرونِ اولیٰ اس کے لیے مینارۂ ہدایت ہے۔

نئی رسمیں اور جدید رواج نظم خاندان کے خلاف ایک رکاوٹ ہیں جن کے ہوتے ہوئے نہ صرف خاندانی نظام پارہ پارہ ہو رہا ہے بلکہ پورے معاشرے کو لاعلاج مرض احاطہ کر رہا ہے جس کا علاج صرف اور صرف اسلامی تعلیمات ہیں۔

نتائج

- اسلام نے معاشرے کی بنیادی اکائی "خاندان" کے نظم کا ایک خوبصورت اور کامل تصور دیا ہے۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات اور دیگر اقارب کے ساتھ تعلق اور رویہ نظم خاندان کی ایک بہترین مثال ہے جس کی پیروی سے عصر حاضر کے معاشرے اپنی تمام کمزوریوں کو دور کر کے جمیع خوبیاں اپنے اندر جمع کر سکتے ہیں۔
- گھر کے افراد، زوجین اور اولاد کے حقوق و فرائض کا جو تصورِ اسلام نے دیا ہے اگر ان کو عمل سے آراستہ کر لیا جائے تو دنیا کا معاشرہ جنت کا نقشہ پیش کر سکتا ہے۔
- گھر کے تمام افراد میں احساسِ ذمہ داری، اپنے فرائض سے واقفیت اور تحمل صبر و شکر اور دیگر اخلاقی صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔

- خاندان کی بنیاد چونکہ عقد زوجین ہے اس لیے اس عقد کے فریقین میں مناسبت، توازن اور خصوصاً فکر ہم آہنگی کو پوری گہرائی کے ساتھ جانچنا ضروری ہے ورنہ خاندان کے محل کی خشت اوّل ہی اگر ٹیڑھی ہوئی تو تا ثریا دیوار کجی کا شکار ہو گی۔
- معاشرہ مختلف خاندانوں سے ترتیب پاتا ہے اس کے معاشرے کی اصلاح کے لیے ان بنیادوں کا صالح ہونا ضروری ہے اور ان میں صلاحیت تبھی آئے گی جب قرآن حکیم اور سیرت طیبہ میں دیے گئے نظم خاندان کے اصولوں سے روشنی حاصل کی جائے گی۔

سفارشات

خاندانی نظم کو برقرار رکھنے کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں:

1. رشتوں کے تقدس کو پھر سے بحال کیا جائے۔
2. اعتماد کی فضا سے گھریلو زندگی کو آراستہ کیا جائے۔
3. اپنی زندگیوں کو سادہ اور شریعت کے مطابق بنایا جائے۔
4. ایسے رواجوں کو قلع قمع کیا جائے جو شریعت سے متصادم ہوں۔
5. سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع سے بحالی تقدس رشتہ کی باقاعدہ تحریک چلائی جائے۔
6. والدین، علماء اور اساتذہ جو تربیت کے ذمہ دار ہیں، وہ اس سلسلے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔
7. نظم خاندان کی نظم معاشرہ میں اہمیت کو تمام تعلیمی و تربیتی اداروں میں باقاعدہ اور بھرپور طریقے سے متعارف کروایا جائے۔